مولانا محمد شہاب الدین ندوی

قدرت کا قانونِ زوجیت و ہمہ گیری

(فلسفہ و حکمت اور اسرار)

خلّاق عالم نے تمام مظاہر حیات (زندہ اشیاء) ہی کو نہیں بلکہ تمام مظاہر علوم (موجوداتِ کائنات) کو بھی جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے چنانچہ جس طرح اس نے انسانوں کو مرد اور عورت کے رُوپ میں جوڑے جوڑے بنا کر وجود میں لایا ہے اسی طرح اس نے حیوانات و نباتات کے جوڑے بنائے ہیں۔ جیسا کہ یہ حقیقت نہ صرف قرآنِ حکیم سے بلکہ تحقیقاتِ جدیدہ کی رو سے بھی پوری طرح ثابت ہے۔

وخلقنٰکم ازواجًا (نبا ۸) — اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے

وجعل لکم من انفسکم ازواجًا ومن الانعام ازواجًا (شوریٰ ۱۱) — اسی نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے

وانزل من السماء ماءً فاخرجنا بہٖ ازواجًا من نباتٍ شتّٰی (طٰہٰ ۵۳) — اور اس نے بادل سے پانی برسایا پھر ہم نے مختلف نباتات سے جوڑے نکالے۔

ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین (رعد ۳) — اور اس نے ہر قسم کے پھلوں سے ایک جوڑا (نر و مادہ) بنایا۔

وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ (النجم ۴۵) — اور یہ کہ اسی نے (دہر) جوڑے کو نر و مادہ کے روپ میں بنایا۔

سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لایعلمون۔ یٰس (۳۶) — پاک ہے وہ (رب برتر) جس نے ان تمام جوڑوں کو پیدا کیا جن کو زمین (نباتات کی شکل میں) اگاتی ہے اور خود ان کو اپنی جنس میں اور ان (تمام) چیزوں میں جن کو یہ لوگ (اس وقت) نہیں جانتے۔

قرآنِ حکیم کی یہ آیات دلیل ناطق ہیں کہ قانونِ زوجیت (یعنی نر و مادہ کا وجود) جس طرح عالم انسانی میں پایا جاتا ہے،

اسی طرح وہ دنیائے حیوانات اور دنیائے نباتات میں بھی موجود ہے۔ نیز یہ کہ آخری آیت کریمہ کے مطابق انسان ایسی بہت سی اشیاء کی اصلیت سے ناواقف ہے جن میں یہ قانون پایا جاتا ہے اور یہ بات موجودہ سائنٹیفک دور میں بھی صحیح ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کے حیرت انگیز سائنسی ترقی کے زمانے میں بھی انسان کا علم اس سلسلے میں بہت محدود ہے اور اسکے بارے میں کوئی کلی علم حاصل نہیں ہے۔ بلکہ لگاتار تجربات کے باعث اس باب میں چند ہی اسرار فطرت منکشف ہو سکے ہیں۔ اور ابھی حقائق کا ایک تانتا ہے جو صف باندھے کھڑا ہے۔ لیکن انسان اپنی کھوجی طبیعت کے باعث ان سنگ ملئے میل کی طرف برابر بڑھ رہا ہے۔ جنہیں قرآن حکیم نے اس میدان میں مختلف مقامات پر نصب کر دئیے ہیں گویا کہ وہ پتھر کی لکیریں ہیں۔ جن کی تصدیق و تائید جدید تحقیقات کے ذریعہ ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں دن بدن نئے نئے حقائق سامنے آ رہے ہیں۔

زوجیت میں کشش باہمی کا عنصر

غرض اس کائنات کی بنیاد قانون زوجیت پر ہے جس کے باعث زندگی اور اس کے مظاہر رواں دواں ہیں۔ اور زوجیت میں بنیادی عنصر کشش و اتصال ہے۔ چنانچہ نقاش فطرت نے اس کائنات اور اس کی اشیاء کو کچھ اس ڈھنگ سے پیدا کیا ہے۔ کہ یہاں پر ہر ذرہ میں دوسرے ذرہ سے ملنے اور اس سے ملاپ کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ خود مادی اشیاء کا ظہور بنیادی طور پر الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران جیسے ذرات کی کشش و اتصال کا باعث ہے۔ اور پھر دنیا کی ہر شئے دوسری شئے سے مل کر ایک نیا وجود منظر عام پر لانے اور نیا جنم دینے کے لئے بیتاب رہتی ہے۔ چنانچہ آپ دنیائے نباتات، دنیائے حیوانات اور عالم انسانی کے مختلف روپ اور ان کے مختلف مظاہر میں غور کیجئے تو یہ حقیقت آپ کو دو اور دو چار کی طرح ظاہر دکھائی دے گی۔ کہ دو مختلف عناصر اور دو مختلف اشیاء کے ملاپ سے ایک نئی چیز یا ایک نیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ نباتات کی دنیا میں غور کیجئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ قسم قسم کا اناج، دالیں، ترکاریاں، پھل اور میوے وغیرہ اور انواع و اقسام کی اشیاء کا ظہور دراصل مختلف قسم کے پھولوں کے سنجوگ یا وصل و وصال اور مختلف عناصر کی باہمی کشش و اتصال کا نتیجہ ہے اور خلاق عالم نے مختلف اجزا و عناصر میں مادی اعتبار سے نہ صرف جذب و اتصال کی خصوصیت رکھی ہے بلکہ ایک دوسرے کو لبھانے اور ایک دوسرے کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے انہیں حسن اور خوبصورتی سے بھی نوازا ہے۔ اور یہ قانون زوجیت کی ایک اہم ترین خصوصیت ہے۔ چنانچہ "انواع حیات" میں یہ خصوصیت بہت واضح اور نمایاں ہے۔ ہر نر و مادہ کو خالق کائنات نے کچھ ایسے ڈھنگ سے پیدا کیا ہے اور اسے حسن و خوبصورتی سے اس طرح آراستہ کیا ہے کہ ہر نر مادہ کی طرف طبعی طور پر میلان رکھتا ہے اور ہر ایک دوسرے میں خود کو جذب کر کے ایک نیا وجود منظر عام پر لانے کے لئے بے قرار رہتا ہے اسی بنیاد پر یہ دنیا اور اس کا نظام جاری ہے اگر قانون زوجیت نہ ہوتا تو پھر یہ کارخانہ فطرت بھی قائم نہ رہتا۔ بلکہ یہ سارا

سلسلہ وجود ایک مہمل اور بے معنی بات ہوتی ۔ نہ تو انسانی وجود قائم رہتا اور نہ ہی انسان کو سہارا دینے اور اسے زندہ رکھنے کے لئے حیوانات اور نباتات ہی برقرار رہتے بلکہ پوری کائنات سُونی سُونی اور بے کیف سی معلوم ہوتی یا کسی جنگل و بیابان کے مشابہ ہوتی ۔ انسانوں، حیوانوں اور پیڑ پودوں سے خالی ۔

نباتات میں زوجیت کا حیران کن نظام

سلسلہ حیات کو قائم رکھنے کے لئے خلّاق ازل نے اشیائے عالم کو نہ صرف بامعنی وجود بخشا ہے بلکہ نر و مادہ کو ایک دوسرے کی طرف کشش و اتصال کرنے کے لئے انہیں حسن و خوبصورتی سے بھی نوازا ہے ۔ دنیائے انسانی اور دنیائے حیوانی میں یہ کشش و اتصال ظاہر ہے کہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس کی وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں ۔ البتہ یہ دنیائے نباتات کے لئے ایک "نظری" چیز ضرور ہے ۔ بالفاظ دیگر نباتات بھی ایک دوسرے کو لبھا سکتے ہیں ۔ اس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت ہے تو اس سلسلے میں قرآن حکیم ہمارے لئے دلیل راہ ہے جو صاف صاف اعلان کرتا ہے ۔

وتری الارض ھامدۃً فاذا انزلنا علیھا الماءَ اھتزّت وربت و انبتت من کل زوجٍ بھیجٍ ۔ (حج ۵)	اور تم زمین کو (بالکل) خشک دیکھتے ہو، مگر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ (اچانک) جھوم اٹھتی اور نمو پانے لگتی ہے اور ہر قسم کے خوشنما ازواج (نر و مادہ پھول و پودے) اُگا دیتی ہے ۔
والارض مددنٰھا و القینا فیھا رواسی و انبتنا فیھا من کل زوجٍ بھیجٍ (ق ۔ ۷)	اور ہم نے زمین کو (اس کی گولائی میں) پھیلایا اور اس میں پہاڑ نصب کر دیئے اور اس میں رنگ برنگے خوشنما نر و مادہ (درخت اور پھول) اُگا دیئے ۔

ان دو آیتوں میں لفظ " زوج " استعمال کیا گیا ہے ۔ جس کا اطلاق کسی جوڑے کے ہر فرد پر ہوتا ہے خواہ وہ نر ہو یا مادہ ۔ یہ لفظ کے حقیقی معنی ہیں ۔ عصر جدید سے پہلے اس لفظ کے مجازی معنی لئے جاتے تھے اور کلام کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی لفظ کے مجازی معنی لینا صرف اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب کہ اس کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہ ہو لیکن اب تحقیقات جدید کی بدولت اس لفظ کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن ہو گیا ہے ۔ اور اس سے کلام ربانی کا ایک نیا اعجاز سامنے آتا ہے ۔

جدید تحقیقات کی رو سے پیڑ پودوں میں زوجیت یا عمل زیرگی (POLLINATION) کا جو عمل رونما ہوتا ہے وہ پھولوں میں ہوتا ہے ۔ اسی بنا پر پھولوں کو انتہائی حسین اور خوبصورت بنایا گیا ہے مگر یہ اور بات ہے

کہ یہ عمل براہ راست کم اور زیادہ تر بالواسطہ شہد کی مکھیوں، تتلیوں، بھونروں، پرندوں اور مختلف قسم کے حشرات وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ جان پھولوں کی مٹھاس چوس کر اپنا پیٹ بھرنے کی غرض سے ایک پھول سے دوسرے پھول تک جاتے ہیں اور انجانے پن میں نر پھولوں کا زیرہ یا سفوف کی شکل کے ننھے ننھے زر دانے (POLLEN GRAINS) مادہ پھولوں تک پہنچا کر انہیں بار آور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ پروردگارِ عالم نے ان پھولوں کو اس مقصد کے لئے خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بھینی بھینی خوشبو اور شہد جیسا ایک میٹھا رس بھی عطا کیا ہے تاکہ وہ خود اپنی بار آوری کے لئے شہد کی مکھیوں، تتلیوں اور حشرات وغیرہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ پھولوں میں چونکہ ایک قسم کا رس ہوتا ہے جس کے لالچ میں یہ ننھی منی مخلوق ان پر ٹوٹ پڑتی ہے اور نہ صرف اپنا پیٹ بھرتی ہے بلکہ انجانے پن میں ایک بہت بڑی خدمت بھی انجام دیتی ہے۔ اور نظامِ فطرت کے اس دو طرفہ عمل کے باعث نہایت درجہ حیران کن طریقے سے ایک دوسرے کی مدد بخوبی ہو جاتی ہے اس طرح ربّ کائنات عجیب وغریب طریقے سے کارخانۂ حیات کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے اور ایک مخلوق کی ضرورت دوسری سے پوری کر رہا ہے۔

انسانی زندگی کا دارومدار اگر پیڑ پودوں میں یہ عمل نہ ہوتا تو آپ جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ نتیجہ یہ ہوتا کہ کوئی بھی حیوان زندہ نہ رہ سکتا۔ کیونکہ حیوانات کی زندگی کا دارومدار نباتات ہی پر ہے۔ اگر نباتات پھل وغیرہ بند کر دیں تو پھر حیوانی زندگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کا دارومدار نباتات اور حیوانات دونوں پر ہے اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر انسانی زندگی کا خاتمہ بھی یقینی ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ پوری دنیائے حیات کا دارومدار قانونِ زوجیت پر ہے اور اس طرح یہ ایک ہمہ گیر قانون ہے جو ایک عظیم اور خلّاق ہستی کی یاد دلاتا ہے۔

ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (ذاریات - ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم متنبہ ہو سکو۔

کائنات میں انسان کی اہمیت حاصل یہ کہ اس کارخانۂ حیات کو جاری رکھنے کے لئے زوجیت یا ازدواجی زندگی کا تسلسل ضروری ہے خواہ وہ عالم نباتات وحیوانات میں ہو یا عالم انسانی میں۔ انسان اس کائنات کا حاصل ہے جو زمین پر خلیفہ بنا کر پیدا کیا گیا ہے اور انسان ہی کے لئے یہ بزم کائنات سجائی گئی ہے اُسی کے دم سے یہاں کی رونق ہے اور وہی اس چمن زار کا گل سرسبد ہے۔ اگر انسان نہ ہوتا تو پھر یہ بزم بالکل سُونی سُونی ہوتی اور گلاب نرگس اور لالہ وچنبیلی اپنی بے قدری پر ماتم کناں نظر آتے۔ کوئل کی کوک اور پپیہا کے سُریلے نغموں کی داد دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ ہیرے جواہرات اور یاقوت والماس کی قدر دانی مفقود ہوتی۔ اس اعتبار سے انسان اس عالم رنگ وبو

کا ڈلہا اور اس جہانِ آب و خاک کا اصلی ہیرا ہے۔

غرض انسان کا مرتبہ اس کائنات میں بہت بڑا ہے اور اسی اعتبار سے اس کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسی بنا پر اسے احساس و ادراک اور عقل و شعور کے اعلیٰ مرتبہ پہ فائز کرتے ہوئے اس پہ اخلاقی و شرعی ذمہ داریوں کا بار بوجھ بھی ڈالا گیا ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جس سے دوسرے تمام انواعِ حیات عاری ہیں۔

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنٰھم فی البرّ والبحر ورزقنٰھم من الطیبٰت و فضلنٰھم علیٰ کثیرٍ ممن خلقنا تفضیلاً ہ (بنی اسرائیل ۷۰)	اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی، انہیں بر و بحر میں سواریاں عطا کیں انہیں ستھری چیزوں سے نوازا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔

انسان کو چونکہ بیشتر مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے اس لئے قانونِ ازدواج کے طور طریقوں میں بھی انسانوں اور غیر انسانوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے اور اس پر اخلاقی و شرعی قیود و ضوابط کا اضافہ الگ ہے ظاہر ہے کہ انسان کی خلقت اور اس کی سرشت نباتات و حیوانات سے یکسر مختلف ہے۔ نباتات زمین میں ایک جگہ گڑھے ہوتے ہیں۔ جب کہ حیوانات میں اخلاقیات کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کیونکہ ان میں عقل و شعور کا درجہ بالکل ابتدائی نوعیت کا ہے۔

انسان حیوانِ محض نہیں ہے انسان ڈارون کے نظریہ کے مطابق محض ایک "ترقی یافتہ" حیوان نہیں بلکہ وہ اپنی اصل سرشت کے لحاظ سے فرشتہ ہے۔ کیونکہ اس کے خمیر میں ملوکیت کے اجزاء بھی شامل کر دئے گئے ہیں۔ بلکہ وہ اصلاً صفاتِ خداوندی کا ایک نمونہ ہے جو خیر و شر میں تمیز کرنے کی غرض سے پیدا کیا گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ انسان ایک لحاظ سے "حیوان" ہے تو دوسرے لحاظ سے "فرشتہ" بھی ہے جب کسی انسان میں اس کی حیوانیت اس کی ملکوتیت (فرشتوں جیسی خصلت) پر غالب آجاتی ہے تو وہ نرا حیوان بن جاتا ہے لیکن اگر اس کی ملکوتیت اس کی حیوانیت پر غالب آجائے تو وہ فرشتہ کہلاتا ہے۔ لہذا اصل انسانیت یہ ہے کہ اس کی حیوانیت مغلوب رہے۔ غالب نہ ہو جائے۔ ورنہ ایک انسان اور ایک حیوان میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ تمام انبیائے کرام کی دعوت کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ انسان کو حیوانی جذبات پر قابو پانے اور ملکوتی جذبات ابھارنے کی غرض سے دنیا میں تشریف لاتے رہے۔

جنسیاتی اعتبار سے مرد اور عورت کا ایک تقابل اسلام کی نظر میں مرد اور عورت دونوں انسان ہونے کی حیثیت سے برابر برابر ہیں۔ اور جہاں تک جنسیات کا تعلق ہے قرآن حکیم کے مطالعہ سے

یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کلام الٰہی میں مرد اور عورت دونوں کو اگرچہ ایک دوسرے کا ساتھی (ازواج) اور ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے (البقرہ ۱۸۷) لیکن مرد کو زیادہ حاجت مند قرار دیا گیا ہے۔ بخلاف عورت کو مرد کا زیادہ حاجت مند قرار دینے کے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

ھوالذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا	وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہستی سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا ساتھی (بیوی کے روپ میں) بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔
(اعراف ۱۸۹)	

اس آیت کریمہ کی مزید شرح و تفصیل اس دوسرے مقام پر اس طرح کی گئی ہے۔

ومن ایٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃً و رحمۃً	اور اس (کے وجود) کی نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں۔ تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کردی۔
(روم ۲۱)	

جمالیاتی اعتبار سے اگرچہ مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے کشش کا باعث ہیں اور جنسی لحاظ سے بھی دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں مگر جہاں تک اس بارے میں صحیح صورت حال کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ مرد عورت کے مقابلے میں جنسیاتی اعتبار سے نہایت درجہ جلد باز اور بے صبرا واقع ہوا ہے جب کہ اس کے برعکس عورت کے مزاج میں تحمل اور بردباری ودیعت کردی گئی ہے۔ پھر اس کے علاوہ عورت کی فطری شرم و حیا بھی اس سلسلے میں کسی قسم کے اقدام میں مانع نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فاعل بننے کے بجائے ہمیشہ مفعول بنتی ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم نے حقیقت واقعہ سے کام لیتے ہوئے اس فعل کی نسبت بجائے عورت کے مرد کی طرف ہے جیساکہ اس موقع پر "لِیَسْکُنَ" اور "لِتَسْکُنُوا" کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنسیاتی اعتبار سے اصل فائدہ مرد کو پہنچتا ہے۔ اسی بنا پر ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ عورتوں کی محبت مردوں کے دلوں میں خوب اچھی طرح رچا بسا دی گئی ہے گویا کہ مرد عورتوں کے دیوانے ہوتے ہیں۔

زین للناس حب الشھوات من النساء و البنین ۰	لوگوں کے دلوں میں مرغوب چیزوں، جیسے عورتوں اور بیٹوں کی محبت ڈال دی گئی ہے۔
(آل عمران ۱۴)	

اس اعتبار سے مرد اور عورت کی فطرت میں بہت بڑا فرق ہے یہی وجہ ہے کہ تمدنی و معاشری اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد کی زیادہ اہمیت ہے۔ مرد اول تو جسمانی اور حیاتیاتی اعتبار سے قوی ہیکل اور زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ جنسیاتی اعتبار سے وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ نہایت درجے بے صبرا ہوتا ہے اور پھر معاشرتی و تمدنی اعتبار سے وہ نہ صرف عورت کا متلاشی رہتا ہے بلکہ وہ اپنا گھر بسانے کے لئے اسے اپنے یہاں لے آتا ہے۔

مہر کا فلسفہ اسی وجہ سے اسلام میں نکاح کے موقع پر مال خروج کرنا مرد کے ذمہ قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک فطری اور معقول ضابطہ ہے۔ اس کے برعکس عورت جسمانی اعتبار سے کمزور اور نازک ہوتی ہے۔ وہ جنسی اعتبار سے متحمل اور بردبار بھی ہوتی ہے اور اسے سب سے بڑا جو ہتھیار دیا گیا ہے وہ ہے اس کا حُسن اور اس کی خوبصورتی تاکہ وہ مرد کو رجھا کر اسے اپنی طرف مائل کر سکے۔ پھر چونکہ تمدنی و معاشرتی اعتبار سے عورت مرد کی ماتحت اور اس کے زیر دست ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے اس پر شادی بیاہ کے اخراجات کا بار بوجھ نہیں ڈالا۔ بلکہ اس کے برعکس عورت کو مرد کی جانب سے ایک معقول معاوضہ نکاح کے وقت یا اس کے بعد دلایا جاتا ہے جسے مہر کہتے ہیں۔ اور مہر عورت سے استفادہ کرنے کا ایک معقول حق ہے۔ جسے شریعت نے نہایت درجہ ضروری قرار دیا ہے۔

حاصل یہ کہ عورت جسمانی و حیاتیاتی اعتبار سے نہ صرف کمزور ہوتی ہے بلکہ وہ نکاح کے بعد اپنے شوہر کی دست نگر بن کر رہتی ہے۔ اور پھر اس کے بچے بھی بجائے اس کی طرف منسوب ہونے کے اس کے باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ گویا کہ عورت کو اپنا سب کچھ لٹا دینا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے نکاح کے موقع پر مرد کی جانب سے عورت کو ایک معقول رقم یا کوئی قیمتی چیز دینا ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ عورت کو اس کے حق خدمت کا کچھ صلہ مل جائے۔ اس اعتبار سے یہ نہ صرف ایک معقول قانون ہے بلکہ یہ عورت کی فطری "کمزوری" کا بھی ایک شرعی اعلان ہے ؎

بقیہ ص ۴۴

(الجمعیۃ میرٹھ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۲۱)

۱۹۴۸ء میں آل انڈیا جمعیۃ العلماء کی کانفرنس میں جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا اس میں یہی ارشاد فرمایا کہ دونوں کا بھلا باہمی اتفاق اور پیار محبت سے زندگی گذارنے میں ہے۔

غرضیکہ ہمارے اکابر نے اختلاف آراء کو وجہ مخاصمت اور سبب عناد نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت بخشے۔ آمین